رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۰۱

رجسٹرڈ انگلش نمبر

شرح چندہ
سالانہ .... ۶؎
ششماہی .... ۳؎
سہ ماہی .... ۲؎

قیمت فی پرچہ ۲؍

قیمت فی پرچہ

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

مملکت

ہفتہ وار

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

نمبر ۳	۵ مئی ۱۹۴۵ء شنبہ	۲۲ جمادی الاول ۱۳۶۴ھ	۳۱ خورداد ۱۳۵۴ف	جلد ۵

کیا ہونے والا ہے؟

ہندستان کا سیاسی تعطل اور لارڈ ویول کا مشن

ٹائمز آف انڈیا میں کینڈیڈس لکھتا ہے کہ انگلستان کو لارڈ ویول کی روانگی کے سلسلہ میں ہر شخص کی زبان پر یہ سوال ہے کہ کیا ہونے والا ہے؟ لارڈ ویول نے وزیر اعظم وزیر ہند اور دیگر ارکان کابینہ سے جو گفتگو کی وہ سخت راز میں ہے۔ خود انگلستان کے سیاسی حلقے نہیں جانتے کہ کیا ہوگا۔ پارلیمنٹ کے ارکان اور ملک کی سیاسی جماعتوں کے لیڈروں نے جو خیالات ظاہر کئے ہیں وہ باہم اس قدر مختلف ہیں کہ تشخیص سیاسیات کے لئے ان سے کوئی صحیح نتیجہ اخذ کرنا دشوار ہے۔ ایک طرف ہر طرف رجائیت پائی جاتی ہے اور دوسرے طرف مایوسی۔ قیاس آرائیاں امید افزا بھی ہیں اور مایوس کن بھی۔ کوئی بات قطعیت کے ساتھ ظاہر نہیں ہوتی۔ صرف ایک امر جس پر سب لوگ متفق ہیں یہ ہے کہ لارڈ ویول بعض ٹھوس تجاویز پیش کی ہیں جن سے سیاسی تعطل کے ارتفاع کی توقع کی جا سکتی ہے۔

دو نقاط نظر

جو لندن کی قیاس آرائیوں یا ان ہندوستانیوں کے خیالات سے قطع نظر جو لندن میں مقیم ہیں لوگ جو آج سے اندازہ لگا کر رائے قائم کرتے ہیں دو قسم کے نقاط نظر دستیاب ہوتے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں ایک طرف مسٹر ایمری کے وہ جوابات ہیں جو انھوں نے پارلیمنٹ میں بعض سوالات کے ضمن میں دئے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی وہ تقریر ہے جو صوبہ جات میں دفعہ ۹۳ کے نفاذ کو جاری رکھنے کے سلسلہ میں کی گئی۔ اس تقریر کے دوران میں مسٹر ایمری نے کہا کہ دفعہ (۹۳) کا نفاذ عارضی ہے اگر ان صوبوں میں سیاسی قائدین جنگ کی تائید میں مجلس عاملہ کے اشتراک کی ضمانت دینے آمادہ ہو جائیں تو گورنروں کا فرض ہوگا کہ وہ دستوری وزارت قائم کریں۔ بہت ممکن ہے کہ ان صوبہ جات میں دفعہ ۹۳ کے تحت گورنروں کا راج عارضی ہو اور ویول کی گفتگو سے اس کو کوئی تعلق نہ ہو۔ تاہم گورنروں کے راج کا جاری رہنا کوئی امید افزا علامت نہیں۔

دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ برطانیہ کی سیاسی جماعتوں کے لیڈر حکومت پر کچھ کرنے کے لئے دباؤ ڈال رہے ہیں۔ اس کے علاوہ نائب وزیر ہند کی تقریر بہت امید افزا ہے جس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ حکومت کچھ کرنے والی ہے اور ہندستان سے متعلق اس کی نیت ٹھیک ہے۔ نائب وزیر نے اپنی تقریر میں کہا کہ آئندہ کے لئے وعدے اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ وہ خلوص پر مبنی ہیں خالی از مول کی حیثیت رکھتے ہیں جہاں تک جلد ممکن ہو برطانیہ

ہندوستان کے حق میں اقتدار منتقل ہو جائے اور حکومت خود اختیاری عطا کرے۔ ہم ایسے معقول طریقہ پر ہندوستان سے ہمارے تعلقات کو کسی نسلوں تک بگاڑ دے گی۔ ہندوستان کے قومی حلقوں میں اس تقریر کا خیر مقدم کیا جا رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ وزیر ہند کے دفتر کے کسی عہدہ دار نے ہندستان کی آزادی سے متعلق شاید ہی کبھی ایسی تقریر کی ہے گو یہ بھی محسوس کیا جا رہا ہے کہ اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کچھ نہیں کیا جا رہا ہے۔

لندن اور دہلی کی متضاد خبریں

ہندوستان کی رائے عامہ بھی اس طرف اور کبھی اس طرف ہو رہی ہے ہندو مہا سبھا دیسائی لیاقت علی خاں فارمولا اور سپرو رپورٹ پر اپنے نتائج کو مبنی کرکے قبل از قبل ہندو مسلم مساوات کے خلاف احتجاج کر رہی ہے۔ مسلم لیگ نے اس اندیشہ کا اظہار کیا ہے کہ مرکزی مخلوط حکومت کی اسکیم پاکستان کے نصب العین کو نقصان پہنچائے گی۔ انتہا پسندوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ مکمل آزادی سے کم کوئی چیز قابل قبول نہ ہوگی۔

مسٹر دیسائی

دائیں بازو والے کانگریسی اشتمالی ضروریات جنگ کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی عارضی سمجھوتہ کو قبول کرنے آمادہ نظر آتے ہیں۔ اس رائے کو نمایاں مسٹر بھولا بھائی دیسائی نے کر شت کیا ہے۔ یاد ہوگا کہ مسٹر دیسائی گزشتہ کئی ماہ سے خاموش ہیں حالانکہ ان کی سرگرمیوں سے متعلق ہر حلقہ میں چہ میگوئیاں ہوتی رہیں۔ انھوں نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ ہمیں زیادہ انکشافات نہ کرنے چاہئیں۔ ہم ایک نازک دور سے گزر رہے ہیں۔ وقت آگیا ہے کہ ہندوستان مرکز میں ذمہ داری قبول کرے خواہ اختیارات محدود

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۱))

بصیرت افروز کتابیں

مملکت ہفتہ وار

جلد ۵	۱۳ خورداد ۔۔ ف	نمبر ۳

مسٹر سید فضل اللہ کے لئے ایک لمحۂ فکر

تین ہفتے قبل ہم نے اپنے ایک اداریے کے ذریعہ حکومت و رسد پر اس امر کو واضح کرنے کی کوشش کی تھی کہ سرکاری کنٹرول کے باوجود عامہ صارفین کو مقررہ نرخوں پر بازار میں کپڑا نہیں مل رہا ہے۔ ہمارا یہ بیان خود عامہ ہے کہ اگر محکمہ رسد چاہے تو بہ آسانی اس کی تصدیق کر سکتا ہے۔ ہمیں خبر نہیں کہ ارباب رسد نے اس خصوص میں کوئی توجہ کی بھی یا نہیں۔ بازار کی حالت روز بروز بد تر ہوتی جا رہی ہے اور اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہماری گزارش کو قابل اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ تاہم ہمارا فرض ہے کہ واقعات کو بار بار حکومت کے پیش نظر لائیں تاکہ ان شکایتوں کے انسداد کی جانب مختلف محکمہ جات متوجہ ہوں۔

ہم نے ابھی عرض کیا ہے کہ کپڑے کے بازار کی حالت روز بروز بد تر ہوتی جا رہی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دو کانوں پر کسی قسم کا کپڑا مقررہ کنٹرول کے نرخوں پر نہیں مل رہا ہے البتہ اگر کوئی گاہک چور بازار کا نرخ دینے پر آمادہ ہو جائے تو اس کے لئے ہر قسم کا کپڑا

حاضر کیا جاتا ہے۔

حال میں مسٹر سید فضل اللہ صاحب نے حیدرآباد کی سیاحتی نمائش کو مخاطب کرتے ہوئے مسٹر ریلو نے کہا تھا کہ پارچہ کی درآمدات میں مقدار کی واقع ہوگئی ہے۔ ہم نے اس بیان کی صحت کو جانچنے کے لئے بمبئی مل اونرز اسوسی ایشن کی تازہ ترین رپورٹ کا مطالعہ کیا ہے۔ تصریحات ذیل کا انکشاف ہوا۔

(۱) سارے ہندوستان میں ۱۹۳۸ء میں سوتی پارچہ کی گرنیوں کی تعداد (۳۸۹) تھی اور اب (۴۰۲) ہے گویا (۱۳) گرنیوں کا اضافہ ہوا۔

(۲) ۱۹۳۹ء میں (۴) لاکھ (۴۲) ہزار مزدور پارچہ کی گرنیوں میں کام کرتے تھے اور اب (۵م) لاکھ (۹۰) ہزار کام کر رہے ہیں۔

(۳) ۱۹۳۹ء میں (۲۰) لاکھ روئی کے گٹھے گرنیوں میں استعمال ہوتے تھے اور اب ان کی تعداد (۴م) لاکھ ہے۔

(۴) ۱۹۳۹ء میں ان گرنیوں میں جو سوت کاتا گیا اس کی مجموعی مقدار (۱۲۴۹) ملین پونڈ تھی اور اب (۱۶۲۵) ملین پونڈ ہے۔ یہی حال کپڑے کا ہے۔ ۱۹۳۹ء میں (۹۱۳) ملین پونڈ کپڑا تیار ہوا تھا اور اب (۱۳۰۵) ملین پونڈ تیار ہو رہا ہے۔

(۵) ان گرنیوں میں (۳۳) کروڑ روپیہ لگا ہوا تھا اور اس وقت (۵۳) کروڑ روپیہ لگا ہوا ہے۔

(۶) ۱۹۳۹ء میں (۲۵) کارخانے بند پڑے تھے لیکن ۱۹۴۲ء میں مسدود شدہ کارخانوں کی تعداد صرف (۶) رہ گئی ہے۔

ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوتی پارچہ کی پیداوار سال بسال بڑھتی جا رہی ہے۔ سر اکبر حیدری کی قیادت میں جو وفد انگلستان گیا تھا اس کے ساعی کے نتیجے کے طور پر ہندوستان کی غیر فوجی آبادی کی ضروریات کے لئے (۱۰) سو ملین گز کپڑا فراہم ہو چکا ہے۔ چند ہفتے قبل سر ونیل چند راور کر صدر نشین بمبئی مل اونرز اسوسی ایشن نے اپنی انجمن کے سالانہ جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ قابل حصول سوتی پارچہ کی مقدار کے پیش نظر اس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ کسی حصہ ملک میں کپڑے کی قلت یا قحط کی شکایت پیدا ہو۔

ان مستند بیانات کی روشنی میں ہم مسٹر ریلو کے اس بیان کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ ممالک محروسہ میں کپڑے کی جو درآمد برطانوی ہند سے ہوتی ہے اس میں مقدار کی کمی کی کوئی خاص وجہ موجود ہے۔ حیدرآباد کی پبلک خاص کر غریب اور متوسط طبقہ کے لوگ گزشتہ

تین پچیس سال سے برطانوی ہند سے درآمد کیا ہوا کپڑا ہی استعمال کرتے رہے ہیں۔ مانچسٹر اور لنکا شائر کے کپڑے ملی کی وہ آتا ہوگا مگر ہمیں اس کا تمسک ہے کہ اس کپڑے کی تعداد ممالک محروسہ میں بہت محدود ہے۔ اور اگر ایسا کپڑا قطعاً نہ بھی ملے تو ملک کے کسی طبقہ کو خسران نہ ہوگا۔ مالک صرف برطانوی ہند کے کپڑے پر گزر ہے۔ اور ہم نے برطانوی ہند کی ایک مستند رپورٹ کا حوالہ دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ برطانوی ہند کے کپڑے کی پیداوار میں مستقل اضافہ ہو رہا ہے۔ خود ممالک محروسہ کی گرنیاں بھی اپنی پیداوار کو تقریباً دوگنا کر چکی ہیں۔ اس حقیقت کا اعتراف مسٹر ریلو کو بھی ہوگا۔

ان حالات میں ہم اس بیان کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ درآمدات کی مقدار میں کمی ہو گئی ہے۔ اگر واقعی ایسا ہو جائے تو اس کے معنے یہی ہیں کہ مسٹر ریلو نے ممالک محروسہ کے لئے وہ کوٹا حاصل نہیں کیا جس کا یہ علاقہ مستحق تھا۔ کیا ہم مسٹر فضل اللہ سے توقع رکھیں کہ وہ اپنے قیمتی وقت کا کچھ حصہ اس مسئلہ کی جانچ پڑتال کے لئے صرف فرمائیں گے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر مسٹر فضل اللہ یا مسٹر کپتا بمبئی اور دہلی تشریف لے جائیں اور ارباب متعلقہ سے گفت و شنید فرمائیں تو حیدرآباد کو اس نصاب سے بہت زیادہ مال ملے گا جو مسٹر ریلو نے حاصل کیا ہے۔ ہم مسٹر ریلو کی دقتوں کو بھی سمجھ سکتے ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ وہ ایک عرصہ دراز تک خود بمبئی مل اونرز اسوسی ایشن میں ایک چھوٹی سی خدمت پر مامور تھے۔ ظاہر ہے کہ مسٹر ریلو وہاں وہ اثر پیدا نہیں کر سکتے جو انہوں نے حیدرآباد میں پیدا کر لیا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کی وکالت حیدرآباد کے لئے کچھ زیادہ سود مند نہیں ہوگی کپڑے کا مسئلہ دن بدن سنگین ہوتا جا رہا ہے اور صورت حال اس امر کی متقاضی ہے کہ خود صدر المہام بہادر متعلقہ زحمت فرمائیں اور اس کہرام کو رفع کریں جو ملک میں بپا ہوا ہے۔

یہاں تک ہم نے اس امر پر بحث کی ہے کہ ممالک محروسہ کے لئے سوت اور پارچہ کی قابل حصول مقدار کیا ہو سکتی ہے اور ہم نے ثابت کر دیا کہ درآمدات میں تخفیف کی بظاہر کوئی وجہ نہیں۔ اگر صحیح طریقہ پر سعی کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم مزید مقدار حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوں۔ اب ہم اس امر پر بحث کریں گے کہ قابل حصول مقدار کی تقسیم کا طریقہ کیا ہونا چاہئے۔

اغذیہ کی حد تک ہندوستان کی ہر حکومت نے تاجروں کو آزمانے کے بعد اس میدان سے انہیں ہٹا دیا۔ بالکل یہی حال ہندوستان کے مختلف حصص میں پارچہ کی تقسیم کی نسبت ہو رہا ہے یعنی ہر حکومت اس امر کی کوشش کر رہی ہے کہ جو بھی کپڑا دستیاب ہو سکے وہ سرکار کی نگرانی میں سرکاری ذرائع سے راست صارفین تک پہونچ جائے۔ چنانچہ بمبئی، مدراس، کلکتہ، لاہور، کراچی وغیرہ میں حکومتوں نے پارچہ کے گودا

قائم کرنے میں جہاں سے ایک مقررہ اصول کے تحت اور مقررہ مقدار میں صارفین کو کپڑا مل جاتا ہے۔ اس طریقہ کار کو آپ پارچہ کی راشن بندی کہئے یا کسی اور نام سے یاد کیجئے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہر شہری کو اس کی ضرورت کا کپڑا خریدنے کا حق دیا گیا ہے۔ اگر وہ چاہے اس حق کو بطیب خاطر یا کسی لالچ کے تحت کسی اور کے ہاتھ فروخت کردے تو یہ اس کا فعل ہے مگر حکومت اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتی ہے کیونکہ اس نے ہر شخص کو اس کی ضرورت کا کپڑا خریدنے کا حق دے دیا، مال فراہم کر دیا۔ اور نرخ مقرر کر دئے

یہ قصہ تو حیدرآباد کے باہر کا ہے۔ مگر حیدرآباد میں مسٹر ریلو اس نظریہ کے حامل ہیں کہ پارچہ کی صحیح تقسیم تاجروں کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے۔ جس نظریہ کو صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ ساری دنیا نے مسترد کر دیا ہے مسٹر ریلو اس کو اپنا طرۂ امتیاز سمجھتے ہیں۔

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب اجناس خوردنی کے وسیع تر اور اہم کاروبار کو کمرشیل کارپوریشن چلا سکتا ہے تو پارچہ کے کاروبار چلانے کے لئے وہ کیوں نااہل سمجھا جاتا ہے بالخصوص جبکہ مسٹر ریلو جیسے ماہرین کا یہی مشورہ کارپوریشن کو حاصل رہے گا۔ ہم مسٹر ریلو کو یقین دلاتے ہیں کہ حیدرآباد کی پبلک اتنی بھولی نہیں کہ وہ ان کے خوش بیانات اور دعاوی کی اعداد و شمار سے مرعوب ہو کر نہیں اپنا ماہر فنی تسلیم کرے۔ حیدرآباد کی پبلک میں ہر جگہ کی طرح شعور پیدا ہو گیا ہے۔ صرف مدلل کشاکش سے قائل ہو کر وہ ایک بات نہیں ہوتی۔ اب وقت آگیا ہے کہ مسٹر ریلو اپنے اس فرسودہ نظریہ کو سپرد طاق نسیاں کر دیں کہ تاجروں کے تعاون کے بغیر کاروبار چل ہی نہیں سکتے۔ نہ صرف حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن بلکہ ہندوستان کے سرکاری اداروں نے اس طرح کی غلطی کھول کر چپ اور ثابت ہو چکا ہے کہ اگر حکومت چاہے تو ہر قسم کا کاروبار کرسکتی ہے ہم مسٹر فضل اللہ، مسٹر .... اور نواب عبدالقیوم خان صاحب سے عوام کی جانب سے عرض کرتے ہیں کہ وہ پارچہ کی تقسیم کی ذمہ داری اپنے کندھوں سے ہرگز اجتناب نہ کریں کیونکہ قلت کے بعد شہریوں کی دوسری اہم ضرورت کپڑا ہے۔ تاجران پارچہ نے عوام کے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ ان سے عوام کو نجات دلانے والا صرف ایک ہی ادارہ ہے جس کی نگہداشت اور وہ حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن ہے جس کو مسٹر ریلو کا مشورہ ہمیشہ حاصل رہ سکتا ہے۔

حکومت ہند اور ریاستوں کے تعلقات

والیان ریاست کا اجتماع

بمبئی ۳۰ اپریل۔ ہر مجسٹی کی حکومت اور حکومت ہند کے درمیان سمجھوتہ کے متعلق ہندوستانی ریاستوں کے طرز عمل کے اہم سوال پر کل اور پرسوں کے اوائل تک غور کیا جائے گا اغلب ہے کہ بیشتر والیان ریاست آئندہ اور ان کے وزراء یہاں بمبئی میں جمع ہوں گے۔

یونائٹڈ پریس کو معلوم ہوا ہے کہ ایوان روساء کے چانسلر ہز ہائینس نواب صاحب بھوپال نے متعدد ہندوستانی والیان ریاست کو بمبئی میں جمع ہونے کی دعوت دی ہے تاکہ بہت سے اندرونی اور ریاستی مسائل و امور پر غور و خوض ہو سکے۔ اور وزارتی مشن کی آخری ملاقات کے بعد سے آج تک جو حالات رونما ہوئے ہیں ان کے سیاسی موقف کو صاف کیا جا سکے۔

ریاست بیکانیر کے وزیر اعظم سردار پانیکر اور ایوان روساء کے معتمد مسٹر میر مقبول محمود آج یہاں وارد ہوئے۔

مسٹر میر مقبول محمود نے یونائٹڈ پریس سے کہا کہ ایک میرے سوال ایجنسی نے جو یہ اطلاع گشت کرائی ہے کہ بمبئی میں والیان ہند کی جماعت ایک کمیٹی قائم کرے گی جو برطانوی حکومت اور کسی ایک ہندوستانی سیاسی جماعتوں کے درمیان معاملات کے سوال پر بحث و تمحیص کرے گی بالکل غیر معتبر ہے اور صحیح سیاسی تصویر کی کسی صورت سے عکاسی نہیں کرتی۔

مجلس وزراء کا اجلاس

محصول اندازی کے مسائل پر غور

بمبئی ۳۰ اپریل۔ مجلس وزراء نے آج صبح تاج محل ہوٹل میں اپنے مباحث و تمحیص کا پھر آغاز کیا۔ ہز ایکسیلنسی نواب صاحب چھتاری صدر اعظم حیدرآباد نے حکومت سرکار عالی نے میقات کی صدارت کی۔ ذیلی مجلس نے ریاستوں میں صنعتوں پر محاصل اندازی کے مسائل اور مابعد جنگ منصوبہ بندی

اور صنعتی نشوونما کے لئے معاملات جو ریاستوں پر اثر انداز ہوتے ہیں ان پر جو رپورٹ پیش کی ہے وہ مباحث کا مرکز رہی کل ہند جہاز رانی اور سلطنتی و بین الاقوامی ہوا نوردی میں ہندوستانی ریاستوں کی نمائندگی کے سوال پر ذیلی مجلس نے جو رپورٹ پیش کی ہے اس پر بھی غور کیا گیا۔

ان موضوعات پر ... کی مساعی ... کو اب والیان ہند کی مجلس مشاورتی کی میقات میں پیش کیا جائے گا جو ۳ مئی کو یہاں ہز ہائینس نواب صاحب بھوپال کی صدارت میں منعقد ہوگی۔

ہندوستانی تاریخی دستاویزات

ہندوستانی تاریخی دستاویزات کے کمیشن کا جو جلسہ دسمبر ۱۹۴۵ء میں علی گڑھ میں منعقد ہوا تھا اس میں حسب ذیل قرارداد منظور ہوئی۔

"یہ کمیشن اس بات کی سفارش کرتا ہے کہ مرکزی حکومتیں اور ہندوستانی ریاستیں ایک ایسی مسودہ کا قانون مرتب کرنے کی تجویز کی مناسب تشہیر و اشاعت کریں جو ہندوستان کے سرکاری اور غیر سرکاری محافظ خانوں کی رہنما ہو"

اس قرارداد کے مقصد سے واضح ہوگا کہ عوام اور خاص کر مذہبی پیشواؤں نیز امراء، زمینداروں اور تعلقہ داروں سے خواہش کی گئی ہے کہ وہ مجوزہ "گائیڈ" ہندوستان کے قدیم دستاویزات کی موجودگی کا پتہ لگانے کے لئے ان گراں قدر تاریخی دستاویزات کے بارے میں جو ان کے پاس موجود ہوں کمیشن کے معتمد کے نام تفصیلی کیفیت بھیجکر کمیشن کے ساتھ تعاون عمل کریں تاکہ وہ اس کتاب کو جتنی الوسع جامع اور مفید بنا سکے۔

حکومت ہند کی نئی صنعتی اسکیم

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱)

ہندوستانی عوام کے لئے اس اسکیم میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی ہے نہ تو اس سے صنعتوں پر قومی قبضہ یعنی عوام کی اپنی حکومت کا قبضہ قائم ہوتا ہے نہ اس سے صنعتی ترقی کی رفتار بڑھتی ہے نہ اس سے معیار زندگی بلند ہوتا ہے یہ اسکیم صرف برطانوی اور ہندوستانی سرمایہ داروں کی لوٹ کے امکانات پیدا کرتی ہے۔ (قومی جنگ)

سپرو کمیٹی برطانیہ کے فیصلۂ ثالثی پر بھروسہ کرتی ہے

از

وی۔ بی۔ کارنک

سپرو مصالحتی کمیٹی کی تجاویز شائع ہو چکی ہیں

ان تجاویز سے نہ تو ہندو مطمئن ہیں اور نہ مسلمان۔ دونوں نے اس کی پر زور مذمت کی ہے۔ البتہ چند کانگریسیوں نے ان کی تائید کی ہے۔ سپرو کمیٹی پر یہ الزام عائد کیا جا رہا تھا کہ یہ محض کانگریس کی آلۂ کار ہے۔ موجودہ تجاویز سے اس الزام کی [illegible]

تجاویز دو حصوں پر مشتمل ہیں۔ ایک حصہ مجلس دستور ساز کی تشکیل سے متعلق ہے اور دوسرے حصے میں وہ مسائل ہیں جن پر مجلس دستور ساز کو غور کرنا چاہئے۔ آخر الذکر کی کوئی زیادہ اہمیت نہیں کیونکہ اس امر کا یقین نہیں کہ مجلس دستور ساز ان کو قبول کرے گی یا نہیں۔ ان تجاویز سے کمیٹی کے سماجی اور سیاسی نقطۂ نظر پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

سپرو کمیٹی نے جس قسم کی مجلس دستور ساز کے قیام کا مشورہ دیا ہے اس کی ترکیب وہی ہے جو تجاویز کرپس کے فقرہ (د) میں مذکور ہے۔ اور یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ تجاویز کرپس کا وہ حصہ کس قدر غیر جمہوری تھا۔ جیسا کہ اس میں بیان کیا گیا ہے وہ صوبے کی صوبہ داری مجالس مقننہ جن کا انتخاب قانون حکومت ہند بابت ۱۹۳۵ء کے تحت ہوا ہے مجلس دستور ساز کے ارکان کا انتخاب کریں گی۔ قانون حکومت ہند بابت ۱۹۳۵ء کے تحت صرف ۱۳ فی صد [illegible] کو حق رائے دہی دیا گیا ہے۔ باشندگان ہند کی ۸۷ فی صد آبادی حق رائے دہی سے محروم ہے۔ ظاہر ہے کہ آبادی کی اکثریت کو مجلس دستور ساز کے انتخاب میں کوئی آواز حاصل نہ ہوگی۔ باشندگان ہند کے حق خود ارادیت کی اس سے زیادہ مضحکہ خیز صورت کیا ہو سکتی ہے۔ حکومت برطانیہ جنگ سے پیدا شدہ غیر معمولی حالات کو بطور عذر پیش کر سکتی ہے لیکن سپرو کمیٹی ایسا عذر نہیں کر سکتی۔ پھر بھی کمیٹی نے یہ سفارش کرنے کی جسارت کی ہے کہ ملک کا دستور ۱۳ فی صد آبادی کے نمائندے مرتب کریں گے تب ایک طرف کمیٹی کی سفارشات کو غیر جمہوری قرار دینے کے سوا [illegible]

سپرو کمیٹی ہندوستان کی سیاسی وحدت کو برقرار رکھنا چاہتی ہے۔ اس نے مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کو مسترد کر دیا اور یہ رائے ظاہر کی کہ دو یا دو سے زیادہ مملکتوں میں ہندوستان کی تقسیم امن [illegible] ڈال دے گی اور سارے ملک کی ترقی کے [illegible] ثابت ہوگی۔ کمیٹی نے یہ بھی سفارش کی ہے کہ برطانوی ہند کا کوئی صوبہ یونین میں شرکت سے انکار کرنے کا مجاز نہ ہوگا اور نہ کوئی وحدت —

صوبہ یا ریاست — ایک بار شرکت کے بعد علیحدہ ہو سکے گی۔ یہ تجاویز کرپس کے پیش کش سے زیادہ رجعت پسند ہیں۔ جب کرپس کے پیش کش سے مسلمان مطمئن نہ ہو سکے تو سپرو کمیٹی کی تجاویز ان کو کس طرح مطمئن کر سکتی ہیں۔ مسلمان ان تجاویز کی مذمت کر چکے ہیں۔

اس غرض سے کہ مسلمان اپنے مطالبہ پاکستان سے دست بردار ہو جائیں سپرو کمیٹی نے انہیں اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے ساتھ مساوات دینے کا لالچ دکھایا ہے۔ یہ مساوات مجلس دستور ساز اور یونین کی مجلس مقننہ میں دی جائے گی۔ اس رعایت کو حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو جداگانہ انتخابات سے دست بردار ہو کر مخلوط انتخابات قبول کرنے پڑیں گے۔ مسلمان ان شرائط کو کبھی قبول نہیں کریں گے۔ ایک طرف مسلمان ان تجاویز سے ناراض ہیں اور دوسری طرف ہندو بھی سپرو کمیٹی کے مخالف ہو گئے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ان تجاویز سے ہندوستان کے دو بڑے فرقوں میں سمجھوتے کے امکانات پیدا نہیں ہوتے۔

کہا جاتا ہے کہ مجلس دستور ساز ایک ایسی خود مختار جماعت ہوتی ہے جس کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ دستور سازی کے وقت کسی امر کے متعلق عوام کے بہترین مفاد کو فیصلہ جات کرے۔ لیکن سپرو کمیٹی کے تجاویز کے تحت مجلس دستور ساز کی یہ نوعیت نہیں ہے۔ اولاً یہ کہ مجلس دستور ساز یہ تصفیہ نہیں کر سکتی کہ ہندوستان میں دو یا زیادہ خود مختار مملکتیں قائم کی جائیں۔ مجلس دستور ساز کے لئے اس مسئلہ کا تصفیہ سپرو کمیٹی نے قبل از قبل کر دیا ہے۔ اور مجلس دستور ساز اس فیصلہ کو قبول کرنے پر مجبور ہے۔ دوسرے یہ کہ مجلس دستور ساز کا کوئی فیصلہ جائز نہ ہوگا تاوقتیکہ ارکان حاضرین سے ۳/۴ تعداد کی تائید نہ ہو۔ اور ایسے ہی فیصلہ کی بنا پر ملک معظم کی حکومت دستور نافذ کرے۔ مجلس دستور ساز کی حیثیت ترکیبی کے مد نظر یہ امر بالکل واضح ہے کہ جب تک دونوں فرقوں میں سمجھوتہ نہ ہو جائے مجلس کسی مسئلہ کا تصفیہ نہ کر سکے گی۔ ۱/۴ ارکان کا کوئی گروہ مجلس کو اس کے کام سے روک سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سپرو کمیٹی اس خطرے سے آگاہ تھی اسی لئے اس نے یہ سفارش کی ہے کہ جب مجلس دستور ساز ابھی صوبوں میں کسی مسئلہ پر تصفیہ نہ کر سکے تو ملک معظم کی حکومت فیصلۂ ثالثی صادر کرے۔ اس طرح جو دستور مرتب ہوگا وہ مجلس دستور ساز کے فیصلہ پر نہیں بلکہ حکومت برطانیہ کے فیصلۂ ثالثی پر مبنی ہوگا۔

یہ سب علاحدہ تجاویز سپرو کمیٹی نے اس خیال سے کام شروع کیا تھا کہ ایک ایسا دستور مرتب کیا جائے جو سب کے لئے قابل قبول ہو۔ لیکن بالآخر دستور سازی کا کام حکومت برطانیہ کے فیصلۂ ثالثی پر چھوڑ دیا۔ سپرو تجاویز میں مجلس دستور ساز کا جو تصور پیش کیا گیا ہے وہ محض ایک فریب نظر ہے۔ مثلاً اسے وہی کام کرنا ہوگا ملک کے دو بڑے فرقوں میں سمجھوتہ کا نہ ہونا یا ایسے عیوب جن کی وجہ سے مجلس دستور ساز میں کسی مسئلہ پر ارکان حاضرین کی ۳/۴ تعداد متفق ہونا ممکن نہیں۔ لہٰذا یہ دستور حکومت برطانیہ کے فیصلۂ ثالثی پر مبنی ہوگا۔ اور حکومت برطانیہ سے سپرو کمیٹی یہ توقع رکھتی ہے کہ وہ ان اصولوں پر ایک دستور نافذ کرے گی۔

سپرو کمیٹی کے ارکان کے سیاسی اور سماجی نقطۂ نظر پر غور کرنا دلچسپی سے خالی نہیں۔ یہ ارکان غالباً یہ محسوس نہیں کرتے کہ ہر ملک کا دستور اس کی زندگی کا مظہر ہوتا ہے۔ ہر نئی مملکت کے ساتھ ایک نیا سیاسی اور معاشی نظام وجود میں آتا ہے اور قدیم نظام برخاست ہو جاتا ہے کیونکہ قدیم نظام حالات زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ سپرو کمیٹی نے معاشی و سیاسی نظام میں کوئی رد و بدل کئے بغیر صرف چند انتظامی امور میں تبدیلیوں کی سفارش کی ہے۔ سپرو کمیٹی کیا اس بات سے واقف نہیں کہ گزشتہ [illegible] سو سال میں دنیا بہت ترقی کر گئی ہے۔ آج سماجی مساوات اور معاشی تحفظ کے بغیر سیاسی حقوق کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ اس کمیٹی نے موجودہ سماجی اور معاشی حالات میں کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ دستور کا جو خاکہ پیش کیا گیا ہے وہ عوام کی سماجی اور معاشی اصلاح کے نقطۂ نظر سے امید افزا نہیں۔

سپرو کمیٹی بڑی امیدوں کے ساتھ تشکیل دی گئی تھی۔ عوام کو اس کی رپورٹ سے بڑی توقعات وابستہ تھیں۔ قوم پرست [illegible] حضرات، لبرل پارٹی نے پبلک سے یہ اپیل کی تھی کہ اس رپورٹ کو قبول کریں۔ اس کمیٹی میں سربرآوردہ قانون داں اور پبلک کارکن شریک تھے۔ ہندوستان کے تمام ترقی پسند اس کمیٹی کی سرپرستی کر رہے تھے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کمیٹی نے کیا کیا؟ اس نے ایک ایسا فرقہ وارانہ فارمولا پیش کیا جس کو نہ تو ہندو قبول کرتے ہیں اور نہ مسلمان۔ اس نے ایک ایسا دستور بنا کر مرتب کیا جو عوام کی بہبودی کی ضمانت نہیں دیتا۔ ایک ایسی مجلس دستور ساز کی سفارش کی جو کسی مسئلہ پر فیصلہ نہیں کر سکتی۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوم پرستی [illegible] ہو کر اس نازک صورت حال سے بچ نکلے

موجودہ جنگ اور اردو

ہر مورچہ پر اردو زبان چھائی ہوئی ہے

اس وقت برما سے لے کر اٹلی تک لڑائی کے ہر مورچے پر ہندوستانی سپاہی لڑ رہے ہیں۔ اور لڑائی کی وجہ سے انہیں دنیا کے لوگوں سے ملنے جلنے کا موقع ملا ہے۔ لڑائی کے بعد جب یہ ہندوستانی سپاہی اپنے گھروں کو لوٹیں گے تو ہر ملک کے حالات اور وہاں کے بسنے والوں کی عادتیں اور ہر قوم کے دلچسپ قصے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو سنائیں گے۔ مگر ایک بہت بڑی سوغات اور بھی وہ اپنے ساتھ لائیں گے اور وہ بہت سی زبانیں اور بولیاں ہوں گی جو لڑائی کے زمانے میں ہمارے ہندوستانی سپاہیوں نے سیکھی ہیں۔

زبانیں سیکھنے میں ہمارے ہندوستانی سپاہی بہت تیز ہیں اور جس ملک میں جاتے ہیں وہاں کی زبان ہندوؤں کے اندر کام چلانے کے لائق ضرور سیکھ لیتے ہیں۔ چنانچہ شمالی افریقہ کی لڑائی میں جو ہندوستانی سپاہی لڑ رہے تھے انھوں نے لیبیا میں [illegible] اور خوب عربی زبان سیکھ لی تھی کہ اپنا مطلب عربی میں خوب ادا کر سکتے تھے۔ عراق، شام، فلسطین، مصر اور [illegible] کے علاقوں میں جو ہندوستانی سپاہی کام کر چکے ہیں انھیں عربی کی تھوڑی بہت شد بد ضرور ہو گئی ہے۔

سنہ ۱۹۴۰ء میں ہندوستانی فوج کی ایک کمپنی فرانس گئی تھی۔ ان سپاہیوں نے چند ہفتے کے اندر فرانسیسی زبان میں اس قدر مہارت پیدا کر لی تھی کہ جب فرانسیسی انہیں اپنے ہاں مہمان بلاتے تھے تو ہمارے ہندوستانی سپاہی ان کے گھر جا کر بے تکلف فرانسیسی زبان میں باتیں کرتے تھے۔ تعجب اس بات پر ہوتا ہے کہ اس ہندوستانی کمپنی کے سپاہیوں کی تعلیمی حالت بہت معمولی سی تھی۔ اور ان میں سے اکثر اپنی زبان میں لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتے تھے مگر قدرت نے جو ہندوستانیوں کو زبان سیکھنے کا ملکہ دیا ہے۔ اس میں یہ کسی اور سے پیچھے نہیں تھے۔ جب مئی سنہ ۱۹۴۰ء میں جرمنوں نے فرانس پر یلغار کی اور برطانوی فوجوں کو اس میدان سے ہٹنا پڑا تو بہت سے ہندوستانی سپاہیوں کی جان فرانسیسی زبان نے بچائی۔ اس جگہ کا راستہ معلوم نہ تھا۔ جدھر سے موقع ملا جان بچا کر بھاگ گیا اس موقع پر ہمارے ہندوستانی سپاہیوں نے فرانسیسی شہریوں سے ان کی زبان میں راستہ پوچھا اور ہندوستانی فوج کا ایک بہت بڑا حصہ صحیح سلامت ڈنکرک یا فرانس کی دوسری بندرگاہ تک جا پہنچا۔

یاد ہوگا کہ اس میدان میں جرمنوں نے کچھ ہندوستانی سپاہی پکڑ بھی لیے تھے ان میں سے ایک ہندوستانی سپاہی جرمنوں کی قید سے بھاگ کر لندن آن پہنچا۔ اس کی رہائی کی داستان بہت دلچسپ ہے جب جرمنوں نے اسے قید کیا تو اس نے اپنے آپ کو ہندوستانی نہیں بلکہ مراکش کا باشندہ ظاہر کیا۔ کیونکہ یہ فرانسیسی خوب بول سکتا تھا اور رنگ روپ کے لحاظ سے اس کی شکل صورت مراکش والوں سے بہت ملتی تھی۔ چنانچہ وہ جرمنوں کی قید سے نکل آیا اور فرانس سے رستہ پوچھتا پوچھتا اسپین تک جا پہنچا۔ اسپین میں برطانوی قونصل نے اس کی مدد کی، اور وہاں سے یہ لندن آ گیا اس سپاہی کو اس کارنامے پر بادشاہ سلامت نے اپنے [illegible] ایم۔ ای۔ کا تمغہ دیا تھا۔

فرانس سے جب یہ ہندوستانی فوج انگلستان آئی تو چند مہینے میں انھوں نے انگریزی زبان خوب سیکھ لی یہ دیکھ کر بہت لطف آتا تھا کہ جہلم، کیمبل پور، [illegible] اور اٹک کے رہنے والے جوان بے تکلف انگریزی بول رہے ہیں۔ حالانکہ انھوں نے انگریزی کی باقاعدہ تعلیم کہیں حاصل نہیں کی تھی۔ ہمارے یہ سپاہی تمام انگلستان میں بے تکلف سفر کرتے تھے۔ لندن کے بازاروں میں خرید و فروخت کرتے تھے۔ انھیں زبان کے معاملے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ وہاں جب لندن کے دکاندار انھیں چیزوں کے دام شلنگ اور پنس میں بتاتے تھے تب یہ آپس میں چپکے چپکے شلنگ کو آنے پائی میں تبدیل کرنا چاہتے تھے اور یہ آسان کام نہیں تھا۔

ایران میں اس وقت بہت سے ہندوستانی سپاہی فارسی زبان بول رہے ہیں۔ لیکن اس پر تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اردو اور فارسی زبانیں ایک ماں کی بیٹیاں ہیں۔ مگر اس سلسلے میں ایک دلچسپ واقعہ مدراس کے رہنے والے ایک سپاہی عبدالسلیم کا ہے۔ عبدالسلیم ہندوستانی فوج کے ساتھ ایران، عراق، مصر، قبرص، اور اٹلی میں کام کر چکے ہیں اور جہاں جہاں گئے وہاں کی زبان انھوں نے ضرور سیکھ لی۔ اٹلی میں انھوں نے اطالوی زبان سیکھی۔ اور وہاں ان کی ملاقات چند یونانی سپاہیوں سے ہو گئی۔ ان یونانی سپاہیوں سے عبدالسلیم نے یونانی زبان بھی سیکھ لی۔ چنانچہ اب شام کے وقت جب انھیں فرصت ملتی ہے تو اپنے خیمے میں بیٹھ کر عربی، فارسی، اطالوی، اور یونانی زبانوں کے گیت گاتے ہیں اور عبدالسلیم کے گیت سننے کے لئے ان کے خیمے میں ایک میلہ سا لگا رہتا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ عربی زبان سیکھنے کے سبب سے [illegible] مجھے یہ ہوا کہ اب میں قرآن شریف سمجھ کر پڑھ سکتا ہوں۔

برما کے مورچے پر آجکل ایک ہندوستانی [illegible] رہی ہے۔ اس میں اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہمارے سب سپاہی آپس میں مل کر چودہ زبانیں بول سکتے ہیں۔ ان زبانوں کے نام یہ ہیں:

اردو، انگریزی، تامل، تیلگو، ملیالم، کناڑی، مراٹھی، گجراتی، اڑیا، بنگالی، [illegible]، گورکھالی، آسامی اور پشتو۔ اس پلٹن کے کمان افسر نے جو انگریز ہیں ایک دن اپنے صوبیدار میجر صاحب سے کہا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ ہمارے یونٹ میں چودہ زبانیں بولی جاتی ہیں۔

صوبیدار میجر صاحب نے فوراً جواب دیا "صاحب! چودہ نہیں بلکہ پندرہ زبانیں۔ کیونکہ آپ کی اردو اپنی قسم کی ایک الگ زبان ہے جسے ہم صاحب کی اردو کہتے ہیں"۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ لڑائی کے بعد ہندوستانی سپاہی جب واپس آئیں گے تو دنیا کی بہت سی زبانوں کے لفظ اپنے ساتھ لائیں گے۔ اور کیا عجب ہے کہ ان میں سے اکثر لفظ ہماری زبان میں گھل مل جائیں کیونکہ دوسری زبانوں کے مہمان لفظوں کو اپنے گھر میں جگہ دینا ہماری زبان کی ایک بہت بڑی خاصیت ہے مگر اس تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ہمارے ہندوستانی سپاہیوں کے ذریعہ بہت سے اردو لفظ دوسرے ملکوں میں پہونچ چکے ہیں۔ اور لڑائی کے بعد بھی یہ اردو لفظ غیر ملکوں میں زندہ رہیں گے۔ مثلاً آپ اس وقت دنیا کے کسی مورچے پر کسی ملک میں نکل جائیے۔ ہر جگہ [illegible] اور [illegible] ہے۔ یہ [illegible] اردو [illegible] آپ ضرور سنیں گے۔

آجکل ہزاروں امریکی اور برطانوی سپاہی ہندوستان میں ڈیرے ڈالے پڑے ہیں۔ انھوں نے بھی اردو زبان کے بہت سے جملے سیکھے ہیں [illegible] ساتھ ہماری زبان مغربی ملکوں میں پہونچ جائے گی۔

برطانیہ کے شاہی خاندان میں اردو زبان سیکھنے کا شوق بہت پرانا ہے۔ آگرے کے منشی عبدالکریم ملکہ وکٹوریہ کو اردو پڑھاتے تھے اور ملکہ وکٹوریہ اردو میں اپنے ہاتھ سے اپنی ڈائری لکھتی تھیں۔ اور ان کے بہت سے خط بھی اردو میں لکھے ہوئے اب تک موجود ہیں۔

دسمبر سنہ ۱۹۴۰ء میں بکنگھم محل پر جرمنوں نے زبردست بم برسائے تھے اور بم گرنے سے جو نقصان ہوا اس کو دیکھنے کے لئے شاہ جارج بکنگھم گئے تھے۔ اس دوران میں بادشاہ سلامت نے ایک فائر بریگیڈ کا بھی ملاحظہ کیا۔ اس میں ایک ہندوستانی رام سنگھ نامی [illegible]

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۰)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید

ایک دوراندیش صاحب نے محکمۂ بلدیہ میں یہ درخواست روانہ کی ہے کہ انہیں قلبی امراض لاحق ہیں اور ان کی حالت اب ایسی ہے کہ وہ شاید زیادہ دن زندہ نہ رہ سکیں۔ چونکہ معلوم نہیں مرنے کے بعد کیا حشر ہو۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے واسطے کفن خود فراہم کر کے رکھ جائیں۔ اس درخواست کے ساتھ انھوں نے ڈاکٹر کا ایک صداقت نامہ بھی منسلک کیا ہے کہ وہ خطرناک مرض میں مبتلا ہیں۔ (دکن نیوز کی ایک خبر)

"محکمۂ تعمیرات کی اصلاح" کے عنوان سے معاصر "پیام" تحریر کرتا ہے کہ:-

"نظم و نسق کے نقطۂ نظر سے ہمارا قدرتی رجحان یہ ہے کہ جب ایک بہترین ماہر فن جو اس محکمے کے دروبست کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں اس کی اصلاح و تنظیم کی ذمہ داریاں قبول فرما چکے ہیں تو ان کے کاموں میں اخباری مباحث کی رکاوٹیں پیدا کرنا قرین انصاف نہیں۔"

شخصی تعلقات بھی ایک انسان کو کتنا اندھا بنا دیتے ہیں۔ قاضی صاحب نے سطور بالا تحریر کرتے وقت یہ نہیں سوچا کہ وہ اس تحریر کے ذریعہ اپنے آپ کو ہر محکمہ کے خلاف قلم اٹھانے کی آزادی سے محروم کر رہے ہیں۔ ہر محکمہ کا صدر اس محکمہ کی اصلاح و تنظیم کی ذمہ داریاں قبول کرتا ہے، لہٰذا کسی محکمے کے کاموں میں اخباری مباحث کی رکاوٹیں پیدا کرنا قرین انصاف نہیں۔ بیچارے قاضی صاحب! کاش کوئی انہیں ہوش کی دوا دیتا!!

اسی اداریہ میں معاصر پیام نے تحریر کیا ہے کہ:-

"کچھ عجیب قسم کی وہ پیچیدگیاں معلوم ہوتی ہیں کہ صدر المہام (تعمیرات) تو باوجود اپنے فنی تجربہ کے ان سے

واقعات صحیح لیکن ایک اخبار نویس ان کو اپنے دعوے کی دلیل بنا رہا ہے!

(اقتباس اداریہ) میں قاضی صاحب نے "ایک اخبار نویس" کے الفاظ کو کچھ ایسے حقارت آمیز انداز میں تحریر کیا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب اپنے پیشے سے تنگ آگئے ہیں اور عنقریب اس سے دست بردار ہونا چاہتے ہیں۔ اگر قاضی صاحب کو یہ منظور ہے کہ بیچارہ اخبار نویس جو کسی فن کا ماہر نہیں ہوتا کسی ماہر فن پر اعتراض ہی نہ کرے تو قاضی صاحب نے اپنے ایک اور ہتھکڑی کا اضافہ کر لیا لیکن ہمیں یقین ہے کہ قاضی صاحب بوقت ضرورت اس ہتھکڑی کو کاٹ پھینکیں گے۔ ان مضحکہ خیز نظریات کا پرچار صرف اس لئے کیا جا رہا ہے کہ "رہبر دکن" تعمیرات کے مسائل پر لب کشائی نہ کرے۔

"شخصیتوں کی بحث کو ہم غیر ذمہ دارانہ سمجھتے ہیں۔" (پیام)

لیکن اگر کسی شخص کی تائید کے لئے "اصلاح و تنظیم" وغیرہ کی اصطلاحات استعمال کی جائیں تو اس سے شخصی تعلقات پر پردہ پڑ سکتا ہے۔

"اگر ایک ماہر فن صدر المہام یہ سمجھتے ہیں کہ بجائے ایک کے چیف انجینئر اور ایک غیر فنی معتمد کا تقرر ضروری ہے تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان سے بہتر اپنے محکمہ کے مصالح کو سمجھنے والا کون ہو سکتا ہے۔" (پیام)

نواب ہوش یار جنگ بہادر اور مولوی ظفر حسین صاحب کی خاطر قاضی صاحب کیوں نواب زین یار جنگ بہادر کو ہدف ملامت بنانا چاہتے ہیں؟

"اخبار نویسی کا فن بے پناہ ہے اور اگر اس فن کے فرائض پر شخصی یا جماعتی اثرات حاوی ہو جائیں تو ہر چند ایک ذرا سا تنکا ہو تو ایک سر بفلک ہمالیہ بنایا جا سکتا ہے، اور ایک چلو پانی کو بھی سمندر کی

بنیادی موثر اصلاحات پیدا کی جا سکتی ہیں۔" (پیام)

فقرۂ بالا کو سمجھنے سے اگر قارئین قاصر ہوں تو اخبار پیام کے وہ صفحات پڑھئے جن کے ذریعہ ... فنی مسائل سمجھ سکتے ہیں ... اور تفصیلات وہاں ...

ایک مراسلہ نگار نے تحریر کیا ہے کہ:-

"کمیونسٹوں کی آندھرا کمیونسٹ پارٹی کے حالیہ جلسے میں چند چیزیں سب سے زیادہ جاذب نظر تھیں۔ روسی لیڈروں کے مختلف پوز کی تصاویر کی نمائش اور مویشیوں کا مظاہرہ گویا مویشی روسی ہیں تھے۔ سب سے اہم قابل ذکر واقعہ یہ تھا کہ گیارہ بجے رات سے پرکتھا شروع ہوا جس میں قومی سیاسی لیڈروں کو ایک خاص طرز کے ساتھ سازوں کے ساتھ جلایا جاتا تھا۔ اور تین بجے رات کو ختم ہوا۔ سامعین اس سے بہت محظوظ ہوئے۔"

تو گویا کمیونسٹوں نے آندھرا مہاسبھا کو اندھا سبھا بنا دیا۔

"میں مجلس اتحاد المسلمین کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ آندھرا کانفرنس کے ساتھ مل کر عوام کی خدمت کرنے کے لئے آگے بڑھے۔" (کامریڈ نارائن ریڈی۔ صدر آندھرا کمیونسٹ پارٹی)

ہم کامریڈ نارائن ریڈی کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ سب سے پہلے آندھرا کانفرنس کے اختلافات کو دور کریں۔

سچ۔ تو درون درچہ کردی کہ برون خانہ آئی!

"ٹائمز آف انڈیا" میں مسٹر رام راؤ کا ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ سپردگی کی تجاویز کے مطابق برطانوی ہند کو ریاست ہائے ہند پر برتری حاصل ہو جاتی ہے۔ ریاستوں کو کیوں مجبور کیا جائے کہ وہ برطانوی ہند کی سیاسی جماعتوں کے اقتدار کے آگے جھک جائیں؟ اور برطانوی ہند کے صوبوں میں ریاستیں کیوں مداخلت نہ کریں؟

اعتراض تو معقول ہے مگر سوال صرف قوت کا ہے۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔

راجہ نارائن لال نے آرین سوشل لیگ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان ایک انتہائی خطرناک اور فضول خیال ہے۔

اگر پاکستان ایک فضول خیال ہے تو خطرناک ...

حکومت ہند کی نئی صنعتی اسکیم

ہندوستانی عوام کو نظر انداز کیا گیا

حکومت ہند نے اپنی صنعتی پالیسی کے متعلق ایک بیان جاری کیا ہے اس میں کہا گیا ہے کہ صنعتی ترقی کے بنیادی مقاصد یہ ہیں کہ قومی دولت میں اضافہ ہو تاکہ کھپانے کے لئے زیادہ بہتر طور پر تیار کیا جائے اور لوگوں کو زیادہ تعداد میں روزگار حاصل ہو حکومت چاہتی ہے کہ ان مقاصد کے پیش نظر وہ صنعتوں پر کسی حد تک کنٹرول قائم کرے اور ان کی ترقی کی نگرانی کرے۔ اس سلسلے میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ ہندوستان کی بعض اہم ترین صنعتیں جن میں لوہے اور فولاد، پارچہ بافی، کوئلہ، سیمنٹ اور شکر سازی وغیرہ کی صنعتیں بھی شامل ہیں، صوبوں کے بجائے مرکزی حکومت کے ماتحت کر دی جائیں گی۔ اس کے علاوہ بنیادی صنعتیں مثلاً لوہے، فولاد، ہوائی جہاز، موٹر اور مشینری وغیرہ کی صنعتیں براہ راست حکومت کے قبضہ میں ہوں گی بشرطیکہ ان کے لئے کافی سرمایہ نجی ذرائع سے حاصل نہ ہو اور قومی مفاد کے لئے اس قسم کی صنعتوں کو فروغ دینا ضروری سمجھا جائے۔ دوسری تمام صنعتیں نجی طور پر چلیں گی لیکن مرکزی کنٹرول کے ماتحت جس کی کم سے کم حد یہ ہو سکتی ہے کہ مزدوروں کے لئے مناسب حالات کا انتظام کیا جائے اور زیادہ سے زیادہ یہ کہ حکومت کارخانوں کا انتظام خود کرے۔ مستقبل میں صنعتی ترقی میں توازن قائم رکھنے کے لئے حکومت کا ارادہ ہے کہ ایک قانون کے تحت سرکاری لائسنس حاصل کرنا ضروری قرار دے تاکہ صنعت بعض چند مرکزوں میں جمع ہو کر نہ رہ جائے۔ حکومت یہ بھی چاہتی ہے کہ پیداوار کی کم از کم مقدار مقرر کرکے ان علاقوں میں تقسیم کر دے اور اس پیداوار کو لازمی طور سے پورا کرائے۔

ہندوستان میں شاید ہی کوئی یہ ماننے کے لئے تیار ہوگا کہ اب حکومت نے مکمل طور سے صنعت کو ترقی دینے کا تہیہ کر لیا ہے اور صنعتی ترقی میں رکاوٹ ڈالنے اور اس کی مخالفت کرنے کا اصول ترک کر دیا ہے۔ عوام موجودہ حکومت کی نیک نیتی کو اس وقت مان سکتے تھے جب وہ صاف اور غیر مشتبہ الفاظ میں اعلان کرتی کہ صنعتی ترقی میں کام خالص ہندوستانیوں کے ہاتھ میں ہوں گے اور تمام بدیسی سرمایہ جو مرکزی صنعتوں مثلاً کوئلہ وغیرہ میں لگا ہوا ہے ختم کر دیا جائے گا۔ حکومت نے بڑی چالاکی سے یہ سمجھا ہے اور اسی لئے اس کے تمام ارادوں کا بھرم چھوٹ گیا ہے۔

حکومت کی اسکیم ٹاٹا اور برلا وغیرہ کی بمبئی والی اسکیم سے بہت ملتی جلتی ہے۔ دونوں کے مقاصد اور طریقہ یکساں ہیں۔ دونوں ہی میں عوام کی ضرورتوں کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ گویا یہ بیان حکومت نے نہیں بلکہ بمبئی کی اسکیم بنانے والوں نے ہی مرتب کیا ہے۔ مزدوروں اور عام لوگوں کے لئے اس اسکیم میں [illegible] ایک لفظ بھی [illegible] ہے۔ [illegible] صنعتی ترقی کے ساتھ مزدوروں کی بہبود [illegible] ان کی مزدوری اور زندگی بسر کرنے کے قابل اجرت کا بھی ذکر [illegible] بلکہ [illegible] معقول اجرت [illegible] صرف مزدوروں کی بڑی تعداد کے [illegible] حقیقت اس اسکیم [illegible] ساری سیاست اور طبقہ کی خالص جھلک [illegible] ہے۔ حکومت نے اپنے مقاصد میں مقرر کئے [illegible] بڑی بڑی اسکیموں [illegible] کی جاتی ہی نہیں۔

بمبئی اسکیم والوں کی طرح حکومت کو بھی منافع کی حفاظت کی بڑی فکر دامن گیر ہے۔ اگرچہ اس نے بڑی صداقت سے خاص خاص صنعتوں پر حکومت کے قبضہ کا ذکر کر دیا ہے اس نے صاف صاف نہیں کہا کہ ان صنعتوں کو ہر حال فروغ دینا ہے۔ ایک مشتبہ انداز قائم رکھا ہے تاکہ ضرورت ہو تو اپنی ذمہ داری سے پہلو تہی کر جائے۔ حکومت کی طرف سے صنعتوں پر سرکاری قبضہ کی ان تمام باتوں کا مقصد محض یہ ہے کہ بین الاقوامی رائے عامہ اور برطانوی مزدوروں کو یقین دلائے کہ حکومت ہند ایک ترقی پسند کام کرنا چاہتی ہے اور اس طرح اس حقیقت پر پردہ ڈال دیا جائے کہ وہ صرف برطانوی سرمایہ داروں کے مفاد کی فکر ہے۔ یہ بھی کیا کم دلچسپ ہے کہ ایک طرف تو انگلستان میں چرچل کی حکومت صنعتوں پر سرکاری قبضہ کی مخالفت کر رہی ہے اور دوسری جانب اس کی آلۂ کار حکومت ہند صنعتوں پر سرکاری قبضہ کی [illegible] لیکن [illegible] انگلستان اپنی صنعتوں پر سرکاری قبضے کے معنی [illegible] سرکاری قبضہ [illegible] برطانوی مفاد کی خاطر [illegible] ہندوستانی صنعتی ترقی کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے کیونکہ ہندوستانی حکومت کی باگ ڈور شاہی کے ہاتھ میں ہے۔

لیکن حکومت نے [illegible] سرمایہ داروں کو مطمئن کر دیا [illegible] پورا موقع دیا ہے کہ سرمایہ دار [illegible] بعض خاص صنعتوں کو فروغ دیں اور [illegible] حکومت صنعتوں کو اپنے قبضہ میں صرف اس وقت لے گی جب [illegible] حاصل نہ ہو۔ یہ ایک ایسا اشارہ ہے جس سے [illegible] ہندوستانی سرمایہ دار [illegible] فائدہ اٹھا [illegible] اس پیش کش کے ساتھ ہی حکومت نے [illegible] اختیارات بھی [illegible] کارخانوں کو چلانے کے لئے سرکاری لائسنس [illegible] اگر یہ اختیار [illegible] حکومت [illegible] صنعت کی موت اور زندگی [illegible] داروں کے رحم و کرم پر ہوگی [illegible] ہندوستان [illegible] صنعت بہت زیادہ [illegible] حکومت [illegible] صنعتوں کو [illegible] اختیارات [illegible] برطانوی سرمایہ کے فائدہ کے لئے اپنے اختیارات کا [illegible] سرمایہ کی [illegible] کو بھی [illegible]

[illegible] معلوم ہوتا ہے [illegible] امریکہ کے سرمایہ [illegible] جنگ کے بعد [illegible] حکومت امریکی [illegible] حکومت [illegible] دوسرے ذرائع اختیار کر [illegible] امریکی سامان [illegible] صنعتوں کو [illegible] کر دیا جائے [illegible] برطانیہ سے حاصل کرے [illegible] مفاد [illegible]

[illegible] اس اسکیم کا مطلب [illegible] یہ اس بات کی کوشش ہے [illegible] ہندوستانی [illegible] سرمایہ دار [illegible] ہندوستانی سرمایہ دار برطانوی سرمایہ [illegible] ہندوستان [illegible] صنعت [illegible]

کاشتکاروں کی دلچسپی کے چند مسائل

اتحادی جمعیت ترقیات باہمی کی غا اور اس کے فوائد

(۲)

... مسئلہ ہے کہ کاشتکار کو نہ اس کی محنت کا پورا معاوضہ ملتا ہے اور نہ اس کی پیداوار کی مناسب قیمت بلکہ یہ بھی ہوا ہے کہ بیچارہ کاشتکار اپنی محنت کی پیداوار کو نہایت گھٹتے ہوئے داموں پر مقامی بیوپاریوں کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے اور جب وصول شدہ قیمت اس کی ضروریات کے لئے ناکافی ہوتی ہے تو قرض لے کر اپنی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے۔ اگر کاشتکار کو اس کی پیداوار کی معقول قیمت ملتی تو اس کو قرضہ حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ جن اصحاب نے ان مسائل پر غور کیا ہے ان کی یہ مستقل رائے ہے کہ جب تک کاشتکار طبقہ اپنی پیداوار کو بیچنے کا انتظام خود اپنے ہاتھ میں نہ لے اس وقت تک وہ ان مشکلات سے نجات حاصل نہ کر سکے گا۔ یہی حکومت سرکار عالی نے یہ طے کیا ہے کہ کاشتکاروں کا ایک ایسا ادارہ ہر تعلقہ میں قائم کیا جائے جو اس تعلقہ کی زرعی پیداوار کی نکاسی کا مناسب طریقہ پر کر سکے اور دیہاتی اشخاص کو وہ موقع مہیا کر سکے۔ وہ زرعی پیداوار کو کم داموں پر حاصل کر کے مہاجنین کے ہاتھ اونچے داموں پر فروخت کریں اور اس طرح کاشتکار اور صارف دونوں کی تباہی کا باعث نہ ہوں۔ ان اداروں کی غائت، ان کے دائرہ عمل اور ان کے فوائد سے متعلق سرکار عالی نے ایک پریس نوٹ کے ذریعہ اپنے خیالات کی تشریح کر دی ہے جس کو مکمل طور پر ان اوراق کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ پریس نوٹ کے مطالعہ سے واضح ہوگا کہ یہ ادارہ تعلقہ کی معاشی ترقی کا ضامن ہوگا۔ زرعی پیداوار، بیج، کھاد اور دیگر آلات زرعی وغیرہ کی فراہمی اور تقسیم اس ادارہ کے فرائض میں داخل تصور ہوں گے۔ اس ادارہ کے نفع اندوزی کا کوئی مقصد کے ماسوا نہیں کے مفاد کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ چونکہ سرکار عالی کی سرپرستی اس ادارہ کو حاصل ہوگی اس لئے یہ ادارہ ہر قسم کی سہولتوں اور مراعات سے استفادہ کر سکے گا۔ اس ادارہ کے دستور العمل کا مسودہ ایسے اصحاب کے ہاتھوں لکھے ہوئے ہیں جن کے تجربہ سے فائدہ اٹھا کر اس کو زیادہ مفید ہوگا۔ یہ ادارہ ... بہر تعلقہ میں سرکار عالی کی زیر نگرانی قائم ہونے جا رہے ہیں۔ کاشتکاروں اور صارفین کی معاشی فلاح و ترقی ان اداروں کی کامیابی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اتحادی جمعیت ترقیات باہمی کے مقاصد اور افادیت سے متعلق سرکار عالی نے جو اطلاعیہ جاری کیا ہے اس کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ حکومت سرکار عالی نے اپنی غذائی پالیسی کو مرتب کرنے اور روبہ عمل لانے میں پبلک کی رائے اور اشتراک عمل کو ہمیشہ اتفاق اہمیت دی ہے جو کہ ہر شخص کی بنیادی اور اہم ترین ضرورتوں کی تکمیل سے اس پالیسی کو بہت قریبی تعلق ہے۔ چنانچہ غذائی مشاورتی مجلس اندریہ اور تمام تعلقوں، ضلعوں اور مرکز میں مشاورتی مجالس اسی غرض سے قائم کی گئی ہیں کہ دیہاتوں سے لے کر شہروں تک آبادی کے ہر ایک حصہ کے خیالات سے قریبی رابطہ قائم ہو جائے۔ گزشتہ سال کے تجربہ سے یہ پتہ چلا کہ اگرچہ ادارے غذائی پالیسی کے عمل کو مرتب کرنے میں کار آمد ثابت ہوئے ہیں لیکن حالات کا تقاضہ یہ ہے کہ اس پالیسی کو زیادہ سہولت کے ساتھ مؤثر طور پر نافذ کرنے کے لئے مزید ذرائع کی ضرورت ہے تاکہ کم از کم بعض حصوں میں عمدہ دار ان مال کو مقامی مسائل غذائیہ کو حل کرنے کے لئے امداد باہمی کے اصولوں کے آزمائش میں جو کامیابی ہوئی ہے اس سے ظاہر ہوگا کہ موجودہ نظام کی خامیوں کو کیونکر دور کیا جا سکتا ہے اور اس مسئلہ سے متعلق سرگرمیوں کی مناسب نگرانی کس طریقہ پر کی جا سکتی ہے۔

۲۔ مشاورتی مجلس غذائیہ نے کچھ عرصہ قبل پہلو پیش کیا تھا اور اس بات پر زور دیا تھا کہ حکومت اجناس خوردنی کی وصول اور تقسیم کے انتظامات کے ذریعہ پیدا کنندوں، صارفوں اور تاجروں کے نمائندوں کو امداد باہمی کی اساس پر علاوہ اہم مرحلہ کرنے کی صورتیں جلد از جلد اختیار کرے اس کے علاوہ یہ تجربہ ہوا کہ اس مسئلہ پر متوجہ ہونے کا مزید ثبوت اس طرح ملا کہ مقامی اخبارات نے اس تجربہ سے دلچسپی لی اور حکومت سے اس پر غور کرنے کی سفارش کی۔ چنانچہ حکومت نے ان علاقوں کے تجربات کو پیش نظر رکھ کر جہاں غذائی انتظامات امداد باہمی کے اصول پر کئے گئے تھے اس مسئلہ کی جانچ پڑتال کی اور اب وہ اس نتیجہ پر پہونچی ہے کہ امداد باہمی کے اصول پر مبنی غذائی انتظام نہ صرف یہ خوبی ہے کہ وہ ان تمام ... سے مبرا ہے جو انفرادی حدود جدید پر بھی موجودہ انتظام تک ہو تاکہ ان سے بلکہ بہترین نکتہ نظر سے پیدا کنندوں اور صارفوں کے لئے تعلیمی اہمیت بھی رکھتا ہے اور نہیں ایک ایسے کام سے امداد باہمی کا نظام کا ایک دوسرے سے قریب تر کر دیتا ہے جو ان کے لئے فائدہ بخش ہے۔

۳۔ فی الحال تمام اضلاع کے صدر مقامات میں امداد باہمی کی متعلقہ دیہی انجمن لیٹے ترتیب قائم کر کے اس کام کا آغاز کیا جا رہا ہے اور انجمنوں کے مناسب انتظام اور نگرانی کے لئے جب حالات موافق ہو جائیں گے تو دوسرے مقامات پر بھی اس قسم کے ادارے جلد از جلد قائم کر دئے جائیں گے۔ امداد باہمی کے تمام انجمنیں اور تعلقہ میں رہنے والے ایسے افراد جو دس روپے قیمت والا کم از کم ایک حصہ خرید لیں انجمن کے رکن ہو سکیں گے۔ ان انجمنوں کا انتظام تعلقوں کے صدر مقاموں کی مجالس کے تفویض ہوگا جو ۲۵ تا ۳۰ مواضعات کے مجموعوں میں تمام شاخوں میں کام کرنے والی ذیلی مجالس کی نمائندہ ہیں تعلقہ دار یا نائب متعلق انجمنوں کے صدر ہوں گے۔

۴۔ ابتدائی دور میں تعلقہ کی انجمن اشیاء و اجناس اور نمک زراعت کی جانب سے زرعی ضروریات کی تقسیم کا کام انجام دے گی اس کے علاوہ یہ ذخائر کی تصدیق اور سونا، چاندی، تیل، بغولہ، گڑ، دالیں اور دالوں جیسی اشیاء کی برآمد اور درآمد کے لئے نمک، رسد اور حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کے ملاکے ہوئے اجازت ناموں کی تقسیم کا کام بھی انجام دے گی یہ انجمن ذخیروں کی تصدیق کرنے والے اشخاص میں لازم رکھے گی جنہیں محکمہ جات مال اور امداد باہمی مقامی تجربہ کار اشخاص سے منتخب کریں گے اور جن کو اس کام کے لئے اجرت دی جائے گی جو لوگ بلا اجازت ذخائر حاصل کرنے کے لئے ذخائر سے متعلق غلط اطلاعات دیں گے وہ انجمن سے نکال دئے جائیں اور محکمہ رسد اور حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کی جانب سے انہیں اجازت نامے حاصل کرنے سے محروم کر دیا جائے گا۔

۵۔ کسی ایسی انجمن کے لئے جس کے پاس کوئی سرمایہ مخصوص ہو یہ موزوں ہوگا کہ حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کی جانب سے اپنے علاقہ میں غلہ خریدے اور ذخیرہ کرے اور اگر ضرورت ہو تو اس کو دیہی اور بلدی علاقوں میں تقسیم کرے۔ حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن انجمن کے کاروبار کو ترقی دینے میں ہر ممکن امداد دے گا۔ چنانچہ انجمنوں کو اس کی اجازت ہوگی کہ وہ خریداری کا اجارہ حاصل کرنے کے احکام کے تحت دھان خریدیں اور اس کو چاول کی شکل میں حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کے ہاتھ فروخت کریں یہ ایک ایسی رعایت ہے جو حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کے انفرادی کارندوں کو حاصل نہیں۔ نلگنڈہ اور محبوب نگر جیسے پیداوار کی قلت والے اضلاع میں تعلقوں کی انجمنوں کو یہ اختیار ہوگا مگر ان کے پاس کافی سرمایہ ہو تو وہ دھان کے علاوہ مشترکہ امدادی مع پیداوار کے احکام کے تحت دوسرے اجناس خوردنی بھی خریدیں اور مقامی ضروریات کے لئے ذخیرہ کریں۔

۹۔ جب کوئی انجمن کافی ترقی کرے گی تو تعلقہ کے مقامی مواضعات کا انتظام بھی اس کے تفویض کر دیا جائیگا تاکہ وہ مشترکہ ادائی حصہ پیداوار کے احکام کے تحت جمع ہونے والے اجناس وصول اور ذخیرہ کرے۔ اس صورت میں محکمہ رسد اور محکمہ امداد باہمی انجمن کے اس اہم کام کی سہولت کی نگرانی کے لئے ضروری انتظام کریں گے۔ چنانچہ تعلقہ کی انجمن اس طرح تین منزلیں طے کرکے ترقی کرے گی اور بہ حیثیت مجموعی تعلقہ میں مختلف نوعیتوں کے کام کرنے والا ادارہ بن جائے گی اور پیداکنندہ، صارف اور فروخت کنندہ تینوں کے مفاد کی نمائندہ ہوگی۔

۱۰۔ تعلقہ واری انجمنوں کے قیام و ترقی کے ساتھ ہی محکمہ جات مال و امداد باہمی کو مواضعات میں امداد باہمی کے اصول پر غلہ کے گودام قائم کرنے کی بھی ہدایت دی گئی ہے۔ گودام ترقی کرکے ہی اس تنظیم وزیری کی شکل اختیار کریں گے پیداوار کی قلت والے علاقوں کے عوام کو قحط اور مصائب سے تمام مواضعات کو محفوظ رکھنے کے لئے کچھ بہتری تدابیر اختیار کرنا لازمی ہے غلہ کے گودام عموماً امداد باہمی اصول پر قائم کئے جائیں گے۔ یہ گودام غلہ وصول کریں گے وہ اراکین کو قرض دیا جائیگا اور اس سے جو منافع ہوگا وہ مصارف انتظام ادا کرنے کے بعد اراکین میں تقسیم ہوگا۔ حصص پر منافع دیا جائیگا اور قرضے پر منہائی کا عمل ہوگا۔

جب کسی موضع ادائی حصہ پیداوار کے حکم کے تحت لیوی ادا کرنے والے کاشتکاروں کی اکثریت اس پر متفق ہو جائے گی کہ لیوی کے طور پر ادا کئے جانے والے ہر ایک من غلہ پر کم از کم پانچ سیر غلہ گودام قائم کرنے کے لئے بھی جمع کریں تو موضع کی موجودہ کمیٹی اغذیہ مسدود کر دی جائے گی۔ اور لیوی کا انتظام غلہ کے گودام کو منتقل کر دیا جائیگا جو خود اپنی ایک منتخب انتظامی مجلس کے تحت کام کرے گا جن گوداموں کی حالت امید افزا ہوگی ان سے محکمہ زراعت اچھی قسم کی تخم کھاد اور زرعی آلات تقسیم کرنے کے لئے ایک مرکز کا کام لے گا جو تعلقہ کی انجمن ترقیات سے منسلک ہوگا۔ جہاں ممکن ہوگا حکومت گودام تعمیر کرنے کے لئے واجبی شرح پر سرمایہ بھی فراہم کرے گی۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے حکومت ایک ٹرسٹ فنڈ قائم کرنے کا خیال رکھتی ہے۔

۔۔ اگر پبلک سے متعلق ایسے تعلقہ میں انجمنوں اور مواضعات میں غلہ کے گوداموں کے قیام اور انتظام سے اطمینان بخش طور پر دلچسپی لیں تو حکومت کا یہ ارادہ ہے کہ وہ عنقریب حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کو حیدرآباد کوآپریٹیو کارپوریشن میں تبدیل کر دے تاکہ ممالک محروسہ میں بے قرضہ انجمن اشتراکی امداد باہمی کی وفاقی تنظیم کو مکمل کر دیا جائے۔ اس تنظیم کے ابتدائی ادارے دیہی علاقے کے گودام ہوں گے۔ جو تعلقہ کی انجمنوں سے مربوط ہوں گے اور یہ انجمنیں ممالک محروسہ کے بالائی ادارہ یعنی کارپوریشن سے منسلک ہوں گی۔ اس طرح امداد باہمی کی ایک مجموعی تنظیم قائم ہو جائے گی۔ جو زرعی پیداوار کی خرید و فروخت اور زرعی ضروریات کی فراہمی کا کام انتہائی نفع بخش طور پر انجام دے گی۔

۹۔ فی الحال ممالک محروسہ کے مختلف حصوں میں امداد باہمی کے غلہ کے گوداموں کی تعداد تقریباً ... ہے اور ایسی مجالس امداد باہمی کی تعداد تقریباً ... ہے جنہیں تعلقہ کی انجمن ترقیات کی شکل دی جا سکتی ہے۔ حکومت کو یقین ہے کہ غلہ کے گوداموں کے قیام سے اس تنظیم کا آغاز ہو جانے کے بعد پبلک اور اس کے قائدین بے قرضہ تحریک کو وسعت دینے کے مواقع سے پورا فائدہ اٹھائیں گے۔ اور ایک ایسا نظام بن جائے گا جو کاشتکاروں کو مابعد جنگ زمانہ کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے قابل بنائے گا۔

۱۰۔ غلہ کی تقسیم کے اعتبار سے مذکورہ بالا انجمنیں دو گونہ مقاصد والے اداروں کا کام دیں گی اور مواضعات میں صرف زرعی پیداوار کی خرید و فروخت بلکہ غیر زراعت پیشہ آبادی کے لئے غلہ کی فراہمی کا ذریعہ بھی ثابت ہوں گی۔ شہری علاقوں میں فراہمی کا مسئلہ اتنا آسان نہیں اور تا وقتیکہ خود صارفین اپنی مجالس امداد باہمی قائم نہ کریں ان کے لئے اپنے پیسہ کا پورا معاوضہ حاصل کرنا ممکن نہ ہوگا۔ ممالک محروسہ کے بڑے مقامات میں راشن بندی کا نفاذ بہت تیزی سے ہو رہا ہے اور اس سے صارفوں کو اسٹور قائم کرنے میں بہت مدد ملے گی۔ حکومت اس بات سے بہت دلچسپی رکھتی ہے کہ شہروں کے بسنے والے اپنے آپ کو معاشی استحصال سے محفوظ رکھنے کے لئے اس موقع سے کس قدر فائدہ اٹھاتے ہیں اس بارے میں جو کوشش ہوگی اسے حکومت قدر کی نظر سے دیکھے گی اور اس مفید کام کے لئے مجالس کے قیام اور ترقی میں ضرورت کی سہولتیں بہم پہونچائے گی۔

۱۱۔ حکومت یہ محسوس کرتی ہے کہ ایک طرف پیداکنندوں اور [illegible] کی مجالس امداد باہمی اور دوسری طرف صارفوں کی مجالس امداد باہمی قائم ہو جانے کی وجہ سے حکومت کے لئے اغذیہ سے متعلق تمام اہم امور میں پبلک کی منشاء کے معلوم کرنے کا بہتر ذریعہ فراہم ہو جائے گا۔ تعلقوں اور ضلعوں کی مشاورتی مجالس اغذیہ زیادہ نمائندہ نوعیت اختیار کریں گی۔ جس سے مرکزی مشاورتی مجلس اغذیہ کو بھی فائدہ پہنچے گا [illegible] حکومت کو یہ توقع ہے کہ دیہی مجالس امداد باہمی کے ذریعہ لیوی کی وصولی اور ان مجالس اور تعلقہ واری انجمنوں کی جانب سے قابل فروخت زائد مقدار کی خرید کا ذخائر کی تصدیق، انجمنوں کی انتظامی مجالس کے توسط سے [illegible] کے تجارت ناموں کی اجرائی اور انجمنوں کے ذریعہ مقامی اداروں کی تنظیم کی وجہ سے عہدہ داروں میں رائج صحیح یا غلط طور پر موجودہ [illegible] جس بدنامی کا باعث [illegible] عنوانیوں کی کمی ہو جائے گی اور ایسی رائے عامہ پیدا ہو جائے گی جو ترقی یافتہ اور اتنی تربیت یافتہ ہوگی کہ کمزوریوں کا پتہ چلا سکے اور ان کی اصلاح کے لئے تدابیر پیش کرے۔

وردھا سے باہر کیا ہو رہا ہے

وردھا میں ہندوستانی پرچار سبھا کی [illegible] آپ نے ملاحظہ کی۔ اب دیکھئے کہ وردھا سے باہر اس ضمن میں کیا ہو رہا ہے۔

ابھی کچھ دن ہوئے یوپی ہندی ساہتیہ سمیلن کا اجلاس الہ آباد میں ہوا۔ [illegible] یوپی کے سابق وزیر تعلیم مسٹر سمپورنانند نے ایک تقریر [illegible] ہوئے بقول [illegible] ہندوستانی [illegible] پرچار سبھا کی زبردست مذمت کی۔ [illegible] ہندوستانی [illegible] اور ہندی [illegible] کی جلسے میں مسٹر [illegible] اور تحریک کے سلسلے میں [illegible] دونوں زبانوں کی تحریک [illegible] میں مخالفت کرتے رہے ہیں۔

[illegible]

[illegible] سنسکرت [illegible]

[illegible]

اب ہندی کے [illegible] ہمارے سامنے آتی ہیں [illegible] سنسکرت [illegible] ہندی [illegible]

یہ دوسری بات ہے۔ بہرحال حرف بندی اور بندش اور بندی میں بہت فرق ہے۔ غیر لنگوا فرانکا کے معاملے میں ایک صاحب دو زبانیں پیش کرتے ہیں اور دوسرے صاحب صرف ایک مگر اس کی عمر تھوڑی ہے شاید وہ اس بوجھ کو نہ اٹھا سکے اس لئے اجازت ہو تو ہم مشورہ دیں کہ ہندی کو اس بھرے قافلہ اٹھانے دیجئے اس کی عمر ابھی تیس برس کے قریب ہے اور سنسکرت کی صرفی زبانوں اور بولیوں سے نسبت لیجئے دیکھئے تو تعداد میں دوسری سے زیادہ ہیں۔ اور سر دست اردو کو لنگوا فرانکا آپ بھی تسلیم کر لیجئے تو کیا اچھا ہو۔ آدمی تجربے ہی سے سیکھتا ہے۔ (ہماری زبان)

گھگر [illegible] میں سکھوں اور آریہ سماجیوں میں تصادم

محکمہ اطلاعات کا اعلامیہ

حکومت سرکار عالی کو معلوم ہوا ہے کہ ۲۰ خورداد [illegible] کی شام میں جب کہ گھگر [illegible] میں آریہ سماجی جلوس [illegible] قریب پہنچا تھا۔ [illegible] آریہ سماجی [illegible] کے پنڈال سے باہر [illegible] آواز بہت [illegible] جلوس [illegible] کی ایک جماعت نے [illegible] ان کے افسروں نے [illegible] کوشش کی لیکن آریہ سماجی لیڈروں [illegible] بعض اخبارات میں [illegible] حملہ کیا [illegible] کیا گیا [illegible] سماجی لیڈر [illegible] اور علاج کے لئے [illegible] مطابق [illegible] فریقین [illegible] ضروری احتیاطی تدابیر [illegible] تحقیقات [illegible] کی جائے گی جو تحقیقات کے مطابق [illegible] کی جائے گی۔

مسلم یونیورسٹی میڈیکل کالج

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جو مسلمانان ہند کی مرکزی درسگاہ ہے اس کی مرکزیت اس کی متقاضی ہے کہ وہ مسلمانان ہند کے لئے تعلیم کے تمام شعبہ جات قائم کرے اور مسلمانوں کو اس قابل بنائے کہ وہ زندگی کی دوڑ میں کسی سے پیچھے نہ رہیں۔ چنانچہ مسلم یونیورسٹی نے اپنا فرض سمجھا کہ وہ مسلمانوں کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کا میڈیکل کالج قائم کرے اور قوم کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرے۔ امسال ماہ نومبر میں گولڈن جوبلی کے موقعہ پر علی گڑھ یونیورسٹی مسلمانان ہند کو اپنی جوبلی کی یادگار میں میڈیکل کالج کا اصول تحفہ پیش کرے گی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمان بحیثیت ایک قوم کے اپنا فرض کس حد تک پورا کرتے ہیں۔ اس کالج کے قیام کے لئے ساٹھ لاکھ کی رقم درکار ہے۔ کیا دس کروڑ مسلمان اس قلیل رقم کو جمع نہیں کر سکتے۔ ہمارے سامنے کستوربا فنڈ کی مثال موجود ہے۔ ہندوؤں نے قلیل عرصہ میں اس فنڈ کے لئے ڈیڑھ کروڑ سے زیادہ رقم جمع کر لی ہے کیا اس زمانے میں بھی ہماری قوم پیچھے رہے گی۔

موجودہ جنگ اور اردو

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۵))

رہنے والا سلام کرتا تھا۔ رام سنگھ نے مجھ سے کہا بابو تمہارا صاحب سلامت میرے پاس تشریف لائے اور صاف اردو زبان میں انھوں نے کہا۔ کیوں سردار! اچھے ہو؟ اور میں نے جواب دیا مہربانی حضور کی!

موجودہ وزیر ہند مسٹر ایمرے گورکھپور میں پیدا ہوئے تھے۔ مسٹر ایمرے نے خود بیان کیا کہ گورکھپور میں میری آیا نے مجھے اردو زبان سکھائی تھی۔ اور میں اس سے بے تکلف اردو میں بات چیت کرتا تھا جب میں بڑا ہوا اور اپنی ماں کے ساتھ انگلستان آیا تو ایکا ایکی اردو بھول گیا۔ اب کچھ مہینے ہوئے کہ ایمرے اٹلی کے مورچے پر ہندوستانی فوجوں سے ملاقات کے لئے گئے تھے۔ اس موقعے پر سنا ہے کہ انھوں نے ہندوستانی سپاہیوں سے اردو زبان میں بات چیت کی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسٹر ایمرے کو بھولی ہوئی زبان پھر یاد آ رہی ہے۔

ابھی چند دن ہوئے کہ جنوب مشرقی ایشیا کی متحدہ فوجوں کے کمانڈر انچیف لارڈ لوئی ماؤنٹ بیٹن برما کے مورچے پر دورہ کر رہے تھے اور وہاں انھوں نے ہندوستانی سپاہیوں کو بہادری کے تمغے دئے تو معلوم ہوا ہے کہ اس موقعے پر انھوں نے اردو میں تقریر کی اور لندن کی بیماری کا حال سنایا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ لارڈ لوئی ماؤنٹ بیٹن نے بھی اردو سیکھ لی۔

ہندوستان کے وائسرائے لارڈ ویول کو تو عمر ہی ہندوستان میں گذری ہے۔ اور یہ اردو میں خوب بات چیت کر سکتے ہیں۔ جون ۱۹۴۳ء میں لارڈ ویول نے لندن میں کہا تھا کہ میں نے اپنے استاد گل خان بہادر منشی احمد جان صاحب سے اردو سیکھی تھی۔ اور انہی کی بدولت میں اس زبان میں خوب باتیں کر سکتا ہوں۔

آج کل دشمن کے علاقوں میں بھی ہماری زبان کی بہت قدر ہے۔ ٹوکیو میں ایک مدت سے اردو پڑھانے کا انتظام تھا۔ سنا ہے کہ برما کے مورچے پر جو جاپانی سپاہی لڑتے ہیں۔ انھیں خاص طور سے اردو سکھائی جاتی ہے۔ ۱۹۴۲ء میں جب برما کے مورچے سے ہماری فوجیں ہٹی ہیں۔ تو جنگلوں میں اکثر ان کی مڈبھیڑ جاپانی دستوں سے ہوتی تھی۔ اور جاپانیوں کی یہ معمولی سی چال تھی کہ جاپانی سپاہی اردو زبان میں پکار کر کہتے تھے۔ کون جا رہا ہے بھائی۔ اس آواز کو ہندوستانی سپاہی اکثر اپنے ساتھیوں کی آواز سمجھ کر جواب دیتے تھے اور اس طرح جاپانیوں کو ہماری فوجوں کا پتہ چل جاتا تھا۔

اب بھی برما کے مورچے سے اکثر خبریں ملی ہیں کہ جب کبھی ہمارے جوانوں کا جاپانیوں سے آمنا سامنا ہوتا ہے تو جاپانی سپاہی ان سے اردو میں بات چیت کرنی چاہتے ہیں۔

ریڈیو پر آپ روز سنتے ہیں کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے ملکوں سے اردو زبان میں خبریں اور تقریریں سنائی جاتی ہیں۔ ماسکو، انقرہ، برلن، ٹوکیو اور لندن کے نام اس سلسلے میں کافی مشہور ہو چکے ہیں۔ لیکن شاید یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگی کہ ہندوستانی سپاہیوں کا دل بہلانے کے لئے دنیا کے اکثر ملکوں سے خاص ہندوستانی پروگرام براڈکاسٹ ہوتے ہیں اور اگر آپ کان لگا کر سنیں تو طہران، قاہرہ، بیروت اور کولمبو سے بھی ہندوستانی آوازیں سن سکتے ہیں۔ جنوبی امریکہ میں بہت سے ہندوستانی آباد ہیں ان کا اپنا ریڈیو گھر ہے اور یہ ہندوستانی ہر اتوار کو جنوبی امریکہ والوں کے لئے ایک پروگرام اردو زبان میں براڈکاسٹ کرتے ہیں۔

غرض لڑائی کی وجہ سے اس وقت ہر جگہ اردو زبان چھائی ہوئی ہے۔

خلاصہ رپورٹ نظم و نسق سررشتہ کوتوالی بلدہ بابتہ ۱۳۵۲ف

رپورٹ نظم و نسق سررشتہ کوتوالی بلدہ بابتہ [illegible] میں یہ بتلایا گیا ہے کہ گزشتہ سال کی طرح سال زیر بحث اہم واقعات سے پر تھا۔ ملک کی اقتصادی حالت سے متعلق ذخیرہ بندی گرانی اور قلت اغذیہ جو [illegible] کی پیدا کردہ ہیں کوتوالی کی ذمہ داریوں میں [illegible] اضافہ کیا۔ سال زیر بحث میں متعدد صنعتی ہڑتالیں بھی واقع ہوئیں جن کی کوتوالی بلدہ نے موثر طریقہ پر [illegible] تھام کی۔

قابل دست اندازی جرم واقعات کی کمی

تعداد جو ۱۳۵۱ف میں (۲۱۲۰۵) تھی سال زیر بحث میں بڑھ کر (۲۳۹۳۰) ہو گئی۔ یعنی (۲۲۰۹) وارداتوں کا اضافہ ہوا۔ سنگین جرائم جان و مال یا صرف جرائم مال کی تعداد (۲۵۳۰) رہی۔

۱۳۵۱ف میں ان کی تعداد (۳۹۲) تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ (۵۰۰) وارداتوں کا اضافہ ہوا۔ ان اضافوں کو بہتر اطلاع دہی۔ رجسٹروں میں مقدمات کے صحیح اندراج اور کوتوالی کی نسبتاً زیادہ با اصول کارروائی کے علاوہ موجودہ اقتصادی کشمکش پر محمول کیا گیا ہے۔ قواعد ٹرافک اور پبلک مقامات پر تحفظ امن کی خلاف ورزی کے جرائم میں بھی اضافہ ہوا۔ ان جرائم کی تعداد علی الترتیب (۱۹۲۷) (۲۲۲۵) رہی۔ ۱۳۵۱ف میں ان جرائم کی تعداد علی الترتیب (۱۲۷۵) اور (۱۳۰۷) تھی۔ اس اضافہ کی ایک وجہ یہ ہوئی کہ عوام میں راہروی کا بہتر شعور پیدا کرنے کی غرض سے زیادہ چالان کیا گیا نیز قانون و قواعد ٹرافک کی موثر تعمیل میں زیادہ سختی سے کام لیا گیا۔ موٹر کے حادثوں کی تعداد میں اس سال ۱۳ کی کمی ہوئی۔ یعنی ۱۳۵۱ف کی تعداد (۱۴۰) کے مقابلہ میں ان حادثوں کی تعداد سال زیر بحث میں (۱۲۷) رہی۔

قانون انسداد گداگری کا نفاذ سال زیر بحث میں بیواگیری کے تحت (۱۰۷) مقدمات جن میں (۱۵۹) اشخاص ماخوذ تھے عدالت میں چالان کئے گئے۔ اس سلسلہ میں رپورٹ میں بتلایا گیا ہے کہ محتاج خانوں کی عدم موجودگی میں قانون کو روبہ عمل لانے میں بڑی حد تک مانع ہوئی جمعیت کوتوالی میں خواندہ افراد کا فی صد تناسب سال گزشتہ کے (۶۶٫۰۱) کے مقابلہ میں سال حال (۵۰٫۳۶) رہا۔ اس کمی کا سبب تھا فوجی ملازمت کی دلکشی اور جنگی حالات کی وجہ سے نئے وسائل معیشت کے وجود میں آنے سے حیثیت سے خواندہ آدمیوں کا حصول دشوار ہو گیا۔

دوران سال زیر بحث میں فرقہ وارانہ تعلقات

اعلان

غلہ کے سالانہ راتب کارڈوں کی تجدید کے سلسلہ میں سررشتہ راتب بندی کی جانب سے انسپکٹروں اور وارڈنوں کے ذریعہ بلدہ حیدرآباد کے جملہ مکانات کی تنقیح آغاز کی جا چکی ہے اس لئے جمیع شہریوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر کسی صدر خاندان کے قبضہ میں کوئی ایسا راتب کارڈ ہو جس کا گیرندہ فوت ہو چکا ہو یا بیرون حدود راتب بندی کسی دوسرے مقام کو چلا گیا ہو تو راتب کارڈ تنقیح کنندہ کو واپس کر دیا جائے احکام ہذا کی عدم تعمیل میں خاطی کے خلاف کارروائی ضابطہ کی جائیگی

خوشگوار رہے۔ اور جمعیت کوتوالی بلدہ اسے آرپی کے ادارے کے ساتھ پوری طرح تعاون کرتی رہی۔

کیا ہونے والا ہے؟

بقیہ سلسلہ صفحہ اول

کیوں نہ ہوں؟ مسٹر ڈیسائی پارلیمانی سرگرمیوں کی پرزور حمایت کرتے رہے ہیں اور اس کو کوئی معیوب بات تصور نہیں کرتے۔ لیگ کی اسمبلی پارٹی کے لیڈر اور مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی کے مابین گفتگو ہونے کے بعد اب پہلی مرتبہ مسٹر ڈیسائی نے یہ اعتراف کیا ہے کہ مرکز میں عارضی حکومت کے قیام سے متعلق ملک معظم کی حکومت کے آگے چند تجاویز پیش ہیں۔ اور یہ توقع ظاہر کی کہ ان تجاویز کو حکومت برطانیہ اور مسلم لیگ قبول کر لیں گے۔

کانگریسی ارکان کے عہدوں پر واپسی کی افواہ اس قدر پھیل گئی اور مصدقہ ہو گئی ہے کہ ملک کے اکثر حصوں میں اس کی نسبت بحث چھڑ گئی ہے۔ مدراس کے کانگریسیوں کے ایک جلسہ میں بہت گرم بحث ہو گئی کسی نے کہا کہ عہدوں پر واپسی ان لیڈروں کو چھوڑ دینا ہے جو جیل میں ہیں ایک گروہ کی یہ رائے تھی کہ جب تک مجلس عاملہ کے ارکان جیل سے رہا نہ ہو جائیں کچھ نہ کرنا چاہئے۔ ایک دوسرے گروہ کا خیال تھا کہ اگر ارکان کانگریس حقیقت پسندوں کا اتباع کریں اور عہدوں کی ذمہ داری قبول کرنے تیار ہو جائیں تو مجلس عاملہ کے ارکان نتیجۃً رہا ہو جائیں گے۔ مدراس کا ایک اخبار لکھتا ہے کہ عہدوں کی خواہش بذات خود ناپسندیدہ نہیں۔ ہر ملک کے سیاسی لیڈر عہدوں کی تلاش کرتے ہیں۔ اس واقعہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ دیسی حکومت کو بنانے کے لئے عہدوں کی قبولیت ایک

ایک بہتر [illegible] ذریعہ ہے یہ نظریہ کہ عہدے قبول کرنا مفاد عامہ کے منافی ہے ناقابل پیش رفت ہے۔ [illegible] سے خالی نہیں۔ [illegible] ثابت ہو رہا ہے [illegible] کانگریس کے اندر ایک کثیر طبقہ ایسا موجود ہے جو موجودہ تعطل سے بیزار ہے اور چاہتا ہے کہ کچھ ہو۔ پہلے خواہ وہ کانگریس کے مذہب [illegible] کانگریس اسمبلی نے یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ [illegible] اگرچہ علانیہ طور پر [illegible] کرتے [illegible] جانتے ہیں کہ عہدوں پر واپس جائیں۔

اشتہار

بجریہ محکمہ عدل تعلقداری [illegible] ضلع [illegible]

نشان مثل [illegible]

مقدمہ

درخواست [illegible] جاگیر [illegible]

دربارہ اجازت [illegible]

بنام [illegible]

قدیمہ بذا اطلاع دی جاتی ہے

نام مقدمہ بذا [illegible] مرتبہ آپ کے مسکونہ مقام [illegible] کے پتہ پر سماعت معمولی [illegible] آپ کی عدم موجودگی کے [illegible] راج کا بیان ہے کہ آپ [illegible] کر رہے ہیں [illegible] دیکھائے لہٰذا ذریعہ [illegible] تاریخ مقررہ [illegible] عدالت [illegible] حاضر [illegible] ورنہ [illegible] کارروائی [illegible] ہو گی۔

[illegible]

[illegible]

احمدیہ پریس چار مینار میں طبع ہوکر دفتر مجلہ سائنس سے شائع ہوا۔